بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پارہ نمبر:15

سورۃ الاسراء

وجہ تسمیہ:

"اسراء" کا معنی ہے "رات کو لے جانا"۔ چونکہ اس سورت کے شروع میں اسراء کا ذکر ہے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کا ذکر ہے جو رات ہو ہوا تھا) اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "الاسراء" رکھا گیا ہے۔

واقعہ معراج کا ذکر:

واقعہ معراج نبوت کے گیارھویں سال پیش آیا۔ معراج کا سفر دو حصوں پر مشتمل ہے؛

ایک..... مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا ہے

دوسرا..... بیت المقدس سے عرش معلیٰ تک کا ہے۔

مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کے اس سفر کو "اسراء" کہتے ہیں جس کا ذکر یہاں پر ہے۔ اور بیت المقدس سے عرش معلیٰ تک کے سفر کو "معراج" کہتے ہیں جس کا ذکر سورۃ النجم کی آیات اور احادیث متواترہ میں ہے۔ عموماً پورے واقعہ کو لفظ معراج سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی اور امتیازی معجزہ ہے جو روحانی نہیں جسمانی تھا۔ حالت نوم میں نہیں بلکہ حالت بیداری میں تھا۔ اسی سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی زیارت بھی ہوئی اور آپ کو اللہ تعالیٰ سے براہ راست

ہم کلامی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اسی سفر میں آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے معراج سے واپسی پر تین چیزیں بطورِ خاص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیے میں عطا فرمائیں:

- سورۃ البقرۃ کی آخری آیتیں۔
- جو شخص شرک نہ کرے اگرچہ کبیرہ گناہ بھی کرے تو ایک وقت آئے گا کہ اللہ اس کو معاف فرمادیں گے۔
- پچاس نمازیں جو کہ پانچ رہ گئیں تھی۔

بنی اسرائیل کا ذکر:(4)

بنی اسرائیل کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ تم بڑی سرکشی کرتے ہوئے دو مرتبہ زمین میں فساد مچاؤ گے تو دونوں مرتبہ تمہاری بھی تباہی ہو گی۔ پہلی مرتبہ جب انہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی مخالفت کی، انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کیا، تورات میں تحریف کی، شرک کیا وغیرہ۔

بخت نصر کا حملہ:(5)

اللہ رب العزت نے ان پر بخت نصر کو مسلط کیا۔ اس نے فلسطین میں بنی اسرائیل پر حملہ کیا بیت المقدس کو تباہ کیا اور یہودیوں کا قتل عام کیا۔ زندہ بچ جانے والوں کی تعداد بھی ہزاروں تھی جن کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا جہاں انہوں نے تقریباً ستر سال تک ذلت اور غلامی کی زندگی گزاری۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ خوشحالی کا موقع دیا۔ کثیر تعداد میں مال واولاد سے نوازا تو ایک عرصہ تک فلسطین میں آباد رہے۔ پھر وہی کرتوت کرنے شروع کر دیے، نافرمانیاں شروع ہو گئیں۔

طیطوس رومی کا حملہ:(7)

پھر دوبارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہودیوں کی سرکشی اور

بداعمالیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر طیطوس رومی کو مسلط کیا اس نے بھی بخت نصر کی طرح انہیں نیست ونابود کر کے رکھ دیا اور بیت المقدس کو ویران کر دیا۔

قرآن سیدھے راستہ کی ہدایت کرتا ہے:(9)

قرآن کریم ایک جامع اور مانع کتاب ہے جو ایسے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے جو بالکل سیدھا ہے۔ اس راستے کو "اَقْوَمُ" کہا گیا ہے۔ اَقْوَمُ ایسے راستے کو کہتے ہیں جو آسان اور محفوظ بھی ہو اور منزل مقصود تک پہنچا دینے والا بھی ہو۔ قرآن کریم کی صفات بھی ایسی ہی ہیں۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد:(23)

یہاں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں:

پہلی..... حقوق اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی خالص اور ریا سے پاک عبادت کرے۔

دوسری..... والدین کے حقوق ہیں۔ ان کو "اف" بھی نہیں کہنا۔ ماں باپ سے بڑے سے بڑا نقصان ہو جائے تو اس زندگی والے اس نقصان پر آپ نے یہ نہیں کہنا: ابا جی! یہ کیا کیا ہے؟ اور ماں باپ کو ڈانٹنا بھی نہیں ہے، ان کے ساتھ نرمی سے بات کرنی ہے، والدین کے لیے ہمیشہ اپنے بازوؤں کو بچھا کر رکھنا ہے، جی جی کرتے رہنا ہے! اور ساتھ اللہ سے دعائیں بھی مانگنی ہیں کہ اے اللہ! میرے ابا جی اور امی جی پر رحم فرما! میں تو خدمت کرتا ہوں، آپ بھی رحم فرما دیں۔

اوامر اور نواہی کا بیان:(31)

دین کا خلاصہ دو چیزیں ہیں۔

اوامر.....یعنی جن کاموں کو کرنے کا حکم دیا گیا ہے

نواہی.....یعنی جن کاموں کے کرنے سے منع کیا گیا ہے

اس رکوع میں آٹھ نواہی اور تین اوامر بیان کیے گئے ہیں۔

نواہی درج ذیل ہیں:

1: اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو۔

2: زنا کے قریب نہ جاؤ۔

3: اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام قرار دیا مگر یہ کہ تمہیں اس کا حق پہنچتا ہو۔

4: قصاصاً قتل کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرو۔

5: یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ۔

اب تین اوامر کو بیان کیا جا رہا ہے:

(1) عہد کو پورا کرو۔

(2) جب کو کسی کوئی چیز پیمانے سے ناپ کر دو تو پورا ناپو۔

(3) تولنے کے لیے درست ترازو استعمال کرو۔

آگے بقیہ نواہی کا ذکر ہو رہا ہے:

6: جس چیز کا تمہیں یقین نہ ہو (اسے سچ سمجھ کر) اس کے پیچھے مت پڑو۔

7 زمین پر اکڑ کر مت چلو۔

8: اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ۔

بعث بعد الموت:(49)

منکرین کہتے تھے کہ مرنے کے بعد جب ہماری ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو کیا اس وقت ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھایا جائے گا؟ تو یہاں انہیں جواب دیا گیا کہ تم پتھر، لوہا یا اس سے بھی کوئی بڑی مخلوق بن جاؤ تب بھی اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ اٹھائیں گے جس طرح پہلی بار اللہ تعالیٰ تمہیں عدم سے وجود میں لائے تھے۔

مشرک کی حالت:(67)

مشرک جب سمندر میں بغرض تجارت سفر کرتا ہے تو بسا اوقات طوفان یا ہوا میں اس کی کشتی پھنس جاتی ہے وہ اس وقت خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا تھا اس وقت انہیں بھی بھول جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نجات دیتے ہیں تو ناشکری کرتے ہوئے پھر وہی کرتوت کرتا ہے۔ تو جس اللہ تعالیٰ نے سمندر سے نجات دی ہے وہی خدا خشکی پر بھی زمین میں دھنسا سکتا ہے۔

نماز پنجگانہ:(78)

اس آیت میں اللہ رب العزت نے پانچوں نمازوں کا ذکر فرمایا ہے۔ سورج کے زوال سے سورج کے چھپ جانے تک، رات کے چھا جانے تک۔ زوالِ شمس کے بعد ہے "ظہر" اس کے بعد ہے "عصر"، اس کے بعد ہے "مغرب" اور اس کے بعد ہے "عشاء"۔ کب تک؟ رات کے چھا جانے تک۔ تو سورج کے زوال کے بعد سے رات کے چھا جانے تک چار نمازوں کا بیان ہے۔ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ میں قرآن سے مراد صلوٰۃ ہے یعنی نمازِ فجر۔ اللہ نے یہاں صلوۃ کے بجائے قرآن فرمایا۔ فجر کی نماز میں عام نمازوں کی بنسبت قرآن اتنا زیادہ پڑھا جاتا ہے کہ نماز کا نام ہی قرآن رکھ دیا گیا ہے۔

نماز تہجد کا اہتمام:(79)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے پیغمبر! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تہجد کی نماز پڑھیں۔ تہجد کے نوافل کا افضل وقت یہ ہے کہ آدمی سو جائے اور صبح اٹھ کر آٹھ رکعات پڑھے اور اگر کسی کو اندیشہ ہو کہ صبح نہیں اٹھ سکتا تو وہ عشاء کی نماز کے بعد تہجد کی نیت سے آٹھ رکعات پڑھ کر سو جائے۔

روح کے متعلق سوال:(85)

مشرکین نے یہود کے بتائے ہوئے سوالات میں سے ایک سوال روح کے متعلق کیا کہ روح کیا ہے؟ روح کی تفصیل بتانے کے بجائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیغمبر! ان کو یہ نہیں بتانا کہ روح کیا چیز ہے، انہیں یہ بتانا کہ روح امر ربی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا دماغ اتنا نہیں تھا کہ وہ روح کو سمجھ سکیں۔

خاتم الانبیاء سے مختار کل ہونے کی نفی:(90)

مشرکین مکہ کہتے کہ ہم آپ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں جب تک کہ آپ ہمارے مطالبات پورے نہ کر دیں۔ انہوں نے سات مطالبے کیے:

1: آپ زمین سے پانی کے چشمے نکالیں۔

2: یا پھر آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا باغ پیدا ہو جائے۔ اور آپ اس میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دیں۔

3: یا جیسے آپ دعویٰ کرتے ہیں، آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے ہمارے اوپر گرا دیں۔

4: یا اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں۔

5: یا پھر آپ کے لیے ایک سونے کا گھر وجود میں آجائے۔

6: یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔

7: آپ آسمان سے کتاب لے کر آئیں اور بتائیں کہ یہ کتاب لایا ہوں تب ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا: ﴿قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا ۝٩٣﴾ اے پیغمبر! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو بتائیں کہ میرا اللہ

پاک ہے، یہ کام میرے بس میں نہیں، میں انسان بھی ہوں اور رسول بھی ہوں، مجھ سے مطالبہ وہ کرو جو انسان کے بس میں ہو، وہ مطالبات مجھ سے نہ کرو جو انسان کے بس میں نہیں ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی نو واضح نشانیاں:(101)

یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو اللہ تعالیٰ نے نو واضح نشانیاں عطا فرمائی تھیں ان کا ذکر ہے۔ ان نشانیوں سے مراد یا تو معجزات ہیں یا احکام خداوندی۔

معجزات یہ ہیں:

1: عصا

2: ید بیضاء

3: زبان میں لکنت تھی دور کر دی

4: سمندر کے دو حصے کر دیے گئے

5: فرعونیوں پر ٹڈی دل کا عذاب

6: طوفان کا عذاب

7: کپڑوں میں جوئیں پڑ گئیں

8: مینڈکوں کا عذاب

9: خون کا عذاب

اگر اس سے مراد احکام خداوندی ہوں تو یہ ہیں:

1: شرک نہ کریں

2: چوری نہ کریں

3: زنا نہ کریں

4: ناحق قتل نہ کریں

5: کسی بے گناہ پر جھوٹا الزام لگا کر اسے قتل یا سزا کے لیے پیش نہ کریں

6: جادو نہ کریں

7: سود نہ کھائیں

8: پاکدامن عورت پر بدکاری کا بہتان نہ لگائیں

9: میدان جہاد سے پیٹھ پھیر کر نہ بھاگیں۔

اللہ تعالیٰ کے سارے نام اچھے ہیں:(110)

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگ رہے تھے اور دعا میں یوں فرمارہے تھے: یااللہ! یارحمن! تومشرکین کہنے لگے کہ ہمیں کہتے ہیں کہ ایک خدا کو پکارو اور خود دو کو پکار رہے ہیں۔ انہیں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تو ایک اور یکتا ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا نام ایک نہیں بلکہ کئی ہیں جس نام سے بھی پکارو سب اچھے ہیں۔ اس طرح مشرکین کی کم عقلی اور کم علمی کی تردید کی گئی۔

قراءت میں اعتدال:(110)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں باآواز بلند قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے تو مشرکین مکہ قرآن کریم سن کر مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ نہ تو بہت زیادہ زور سے پڑھیں اور نہ بالکل آہستہ پڑھیں بلکہ درمیانی آواز میں پڑھیں۔ اسلام اعتدال کا دین ہے، اس میں ہر ہر معاملے میں اعتدال اور میانہ روی کا خیال رکھا گیا ہے۔

توحید باری تعالیٰ:(111)

سورۃ اسراء کے آخر میں یہود و نصاری، مشرکین وغیرہ کی تردید کی گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا اور شریک ثابت کرتے تھے۔ نہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہے اور نہ ہی کوئی شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ شریکوں سے پاک اور بلند و بالا ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کمزور

بھی نہیں کہ انہیں کسی مددگار کی ضرورت ہو۔ جو ذات ان صفات والی ہو، اس کی بڑائی بیان کرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سورۃ الکہف

وجہ تسمیہ:

"کہف" کہتے ہیں غار کو چونکہ اس سورت میں اصحاب کہف یعنی غار والوں کا ذکر ہے۔ اس لیے اس سورت کا نام بھی "سورۃ الکہف" رکھ دیا گیا ہے۔

یہود مدینہ نے یا مشرکین مکہ نے یہود مدینہ سے پوچھ کر اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال کیے تھے:

- روح کیا ہے؟
- اصحاب کہف کون تھے؟
- ذوالقرنین کا قصہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل بتاؤں گا اور ان شاء اللہ فرمانا بھول گئے۔ کل وہ پھر آگئے پھر فرمایا کہ کل بتاؤں گا۔ کچھ دن تک وحی بند رہی۔ پھر پندرہ دن کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ کہ میرے پیغمبر! آپ "ان شاءاللہ" فرمایا کریں۔ اس سورۃ میں ان کے آخری دو سوالوں کا تفصیل سے جواب دیا گیا ہے اور روح کے بارے سورۃ بنی اسرائیل میں بات ہو چکی ہے۔

اصحاب کہف کا قصہ:

ایک ظالم اور مشرک بادشاہ دقیانوس کے زمانے میں چند نوجوان توحید کے قائل تھے اور یہ بادشاہ انہیں پریشان کرتا تھا۔ اس نے ان کو طلب کیا تو یہ نوجوان اپنا

ایمان بچانے کے لیے ایک غار میں چھپ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں انہیں گہری نیند سُلادیا۔ یہ اس غار میں تین سونو سال تک سوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدن کو اپنی قدرت سے صحیح سالم اور محفوظ رکھا۔ تین سونوسال کے بعد جب بیدار ہوئے تو بھوک محسوس ہوئی، ایک کو بھیجا کہ جاؤ کھانا لے کر آؤ مگر احتیاط سے جانا کہ کہیں کسی کو پتہ نہ چل جائے۔ جب دکاندار کو سکہ پیش کیا وہ تو تین سو سال پرانا سکہ تھا۔ پھر آہستہ آہستہ سب کو پتہ چل گیا۔ دقیانوس تو مر کھپ گیا تھا، موجودہ بادشاہ توحید پرست تھا اس نے اصحاب کہف کا اعزاز و اکرام کیا۔ جب ان نوجوانوں کا انتقال ہوا تو بادشاہ نے ان کی یادگار میں ایک مسجد تعمیر کرائی۔

اصحابِ کہف اور اصحابِ رقیم:(9)

اصحابِ کہف کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ مگر قرآن کریم میں اس کے علاوہ بھی عجیب تر واقعات موجود ہیں۔ ان کو اصحاب کہف بھی کہا اور اصحاب رقیم بھی کہا۔ "کہف" تو غار کو کہتے ہیں اور "رقیم" تختی کو کہتے ہیں۔ یہ جس غار میں بعد میں وفات پا گئے تھے؛ مسلمان بادشاہ نے باہر تختی لکھ کر لگادی تھی کہ فلاں فلاں ولی وفات پا گئے تھے جو اس غار میں موجود ہیں۔ اس لیے ان کو "اصحاب رقیم" بھی کہتے ہیں۔

اجسام کی حفاظت کا انتظام:(17)

وہ غار ایسی ہے کہ جب سورج نکلتا ہے تو دھوپ دائیں جانب ہوتی ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں جانب ہوتی ہے یعنی غار کا نقشہ اس طرح ہے کہ براہِ راست دھوپ ان پر نہیں پڑتی۔ غار کھلی ہے، ہوا آتی جاتی ہے لیکن براہِ راست ان کے جسم پر دھوپ نہیں پڑتی۔ اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو دھوپ سے بچالیتے ہیں اور ہوا کا سلسلہ بھی رہتا ہے تاکہ سانس نہ گھٹے۔

بیداری کے بعد باہمی گفتگو:(19)

اصحاف کہف جب بیدار ہوئے تو آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ غار میں کتنا عرصہ ٹھہرے؟ کچھ نے کہا کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اور کچھ نے کہا اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ پھر کہنے لگے کہ کھانے کا انتظام کرنا چاہیے تو اپنے میں سے ایک کو سکے دے کر بھیجا کہ کھانے کا انتظام کرو لیکن دو باتوں کا خیال رکھنا: ایک تو یہ کہ کھانا پاکیزہ یعنی حلال لانا۔ ان کا خیال تھا کہ بت پرستوں کے شہر میں حلال کھانا ملنا مشکل ہے۔ دوسرا ہوشیاری سے جانا اور دکاندار سے نرمی سے بات کرنا کہ کہیں کسی کو ہمارے بارے پتہ نہ چل جائے۔ آگے ان کی وفات کا ذکر ہے۔ جب اصحابِ کہف وفات پا گئے تو اب مشورہ ہوا کہ ان کی یادگار کے طور پر کوئی عمارت بنائیں۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ یہاں بطورِ یادگار کے مسجد بنالیں۔

اصحاب کہف کی تعداد:(22)

اصحاب کہف کی صحیح تعداد تو اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ البتہ چند ایک حضرات کو بھی معلوم ہے ان میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق اصحاب کہف سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔

دو آدمیوں کا قصہ:(32)

یہاں ان دو آدمیوں کا قصہ بیان کیا جارہا ہے جن میں سے ایک نے مال و دولت سے دل لگا کر کفر اختیار کر لیا تھا اور دوسرے نے اپنا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا تھا۔ تو اس مؤمن نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ اللہ نے تجھے ایک نطفے سے پیدا فرمایا، اللہ نے تجھے دولت عطا فرمائی، اس پر تجھے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس پر "ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ" کہنا چاہیے۔ لیکن اس کے دماغ میں یہ

تھا کہ میرے پاس دولت موجود ہے اور یہ ہمیشہ رہے گی۔ اس کو احساس اس وقت ہوا جب اللہ رب العزت نے ان نعمتوں کو چھین لیا اور یہ خالی ہاتھ رہ گیا۔

مال واولاد دنیا کی زینت ہیں:(46)

گزشتہ آیات میں دو شخصوں کا قصہ بیان کیا گیا تھا جن میں سے ایک نے دنیا کے مال واسباب سے دل لگایا تھا اور اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا تھا۔ اب یہاں سے مال واسباب اور اولاد کی بے ثباتی کو بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ چیزیں صرف دنیا کی زیب وزینت ہیں۔ ان سے محبت اور دل لگی کے بجائے ان نیک اعمال کو اختیار کرنا چاہیے جنہیں بقا حاصل ہے۔ باقی رہنے والے کلمات سے اعمال صالحہ مراد ہیں جیسے پنج وقتہ نمازیں اور اس کے علاوہ بھی نیک اعمال اور ذکر اذکار مثلاً "سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ:(60)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ روئے زمین پر اس وقت سب بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا فرمایا اور یہ واقع کے مطابق بھی تھا کیونکہ نبی کے پاس سب سے زیادہ علم ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ سب سے بڑا عالم کون ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس علم سیکھنے کے لیے جائیں، جہاں دو دریا ملتے ہیں اس جگہ ان سے ملاقات ہو گی۔

یہ قصہ آیت نمبر 60 سے لے کر سولھویں پارہ میں آیت نمبر 82 تک بیان کیا گیا۔ ملاقات کا جو مقام بتایا گیا تھا وہاں پر حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملاقات کی غرض بیان فرمائی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں جو بھی کام کروں مجھ سے اس کے متعلق نہ پوچھنا جب تک میں از خود

نہ بتاؤں۔ سفر شروع ہوا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے تین کام کیے۔ کشتی کا تختہ اکھاڑا، بچے کو قتل کیا۔ بقیہ تفصیل اگلے پارے میں آرہی ہے

پارہ نمبر:16

اور تیسرا کام یہ کہ بغیر اجرت دیوار ٹھیک کی۔ چونکہ پہلے دونوں کام شریعت کے خلاف تھے اس لیے موسیٰ علیہ السلام سے خاموش نہ رہا گیا اور تیسری بار جان بوجھ کر پوچھا۔ جدائی ہوئی تو خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپ کو ان واقعات کا مقصد بتائے دیتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔

1: کشتی والے غریب لوگ تھے، آگے ظالم بادشاہ تھا۔ وہ ہر صحیح سالم کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا تو میں نے چاہا کہ اس میں کوئی عیب پیدا کر دوں، تا کہ وہ عیب کی وجہ سے نہ لے سکے۔

2: بچے کے والدین مؤمن تھے اگر یہ زندہ رہتا تو ممکن تھا کہ اپنی سرکشی اور کفر کی وجہ سے انہیں مشکل میں مبتلا کر دیتا۔ ہم نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں انہیں ایسی اولاد دے جو پاکیزگی اور حسن سلوک میں اس سے بہتر ہو۔

3: دیوار دو یتیم بچوں کی تھی اس کے نیچے ان کے والد نے خزانہ دفن کیا ہوا تھا ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ یہ اپنی جوانی کی عمر کو پہنچ کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریعی علم تھا۔ جبکہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تکوینی علم تھا۔ ہم شریعت کے پابند ہیں۔

حضرت ذوالقرنین کا قصہ:(83)

یہاں سے لے کر آیت نمبر 98 تک حضرت ذوالقرنین کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ مشرکین مکہ نے جو تین سوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے ان میں ایک سوال یہ تھا کہ اس شخص کے متعلق بتائیں جس نے مغرب سے مشرق تک کا سفر کیا۔

ذوالقرنین کے بارے میں یہ بات یقینی نہیں کہ وہ پیغمبر تھے یا نہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت ذوالقرنین کو اقتدار اور وسائل عطا کر رکھے تھے۔ انہوں نے تین سفر کیے۔ پہلا سفر مغرب تک کیا جہاں سورج ایک دلدل نما سیاہ چشمے میں ڈوب رہا تھا۔ یہ دنیا کا آخری کونا تھا، اس کے بعد سمندر ہی سمندر تھا۔ دوسرا سفر مشرق تک کیا جہاں سے سورج طلوع ہو رہا تھا۔ تیسرا سفر غالباً شمال کا تھا۔ وہاں کے لوگوں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے یاجوج ماجوج کی قتل وغارت گری اور خون خرابے کی شکایت کی اور درخواست کی کہ ان پہاڑوں کے درمیان دیوار بنا دیں اور مال کی پیش کش کی۔ حضرت ذوالقرنین نے فرمایا تمہارے مال کی ضرورت نہیں، البتہ افرادی اور جسمانی طور پر میری مدد کرو۔ آپ نے لوہے کے تختوں اور پگھلے ہوئے سیسے سے مضبوط دیوار بنا دی جس سے وہ لوگ یاجوج ماجوج کے فساد سے محفوظ ہو گئے۔

قیامت کی ہولناکی:(99)

جب صور پھونکا جائے گا تو اس وقت قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے لوگ بدحواسی کے عالم میں ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات:(109)

اللہ تعالیٰ کی قدرت، صفات اور کمالات غیر متناہی ہیں۔ اگر انہیں لکھا اور شمار کیا جائے تو کئی سمندر خشک پڑ جائیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ کے کمالات وصفات ختم نہیں ہو سکیں گے۔

بشریت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم:(110)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ یہ بات لوگوں کو بتا دیں کہ میں بھی بشر ہوں یعنی تمہاری طرح ایک انسان ہوں اور تم بھی بشر ہو۔ بس فرق یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور تم پر وحی نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات:(110)

اور خدا کی طرف سے وحی یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے پر یقین رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے۔

اعمال کے قبول ہونے کی شرائط:

قبولیت اعمال کی بنیادی طور پر تین شرطیں ہیں:

1-عقیدہ ٹھیک ہو:

اگر عقیدہ ٹھیک نہیں ہے تو کتنا بھی اچھا کام کرے وہ کام خدا کے یہاں فائدہ مند نہیں۔ عقائد میں بنیادی عقیدہ ایمان ہے اب اگر کسی کے پاس ایمان کی عظیم الشان نعمت ہی نہیں تو وہ کتنا بھی اچھا کام کرے اس کو فائدہ نہیں ہونا۔

2-نیت ٹھیک ہو:

اگر نیت ہی درست نہیں ہے تو چاہے اب کتنا بھی اچھا کام کرے وہ قبول نہیں ہو گا۔

3- عمل سنت کے مطابق ہو:

اگر عمل سنت کے مطابق نہیں ہے تو پھر نیک کام بھی بیکار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔(آمین)

سورۃ مریم

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ میں حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اسی مناسبت

سے اس سورۃ کا نام بھی سورۃ مریم رکھ دیا گیا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا:(3)

حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بالکل بڑھاپے میں آہستہ دعا مانگی ﴿فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا﴾ مجھے بیٹا دے جو میرا اور آل یعقوب علیہ السلام کا وارث بنے۔ یہاں وراثت سے مراد دنیا کی وراثت نہیں بلکہ علومِ نبوت کی وراثت ہے جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہوا کرتی ہے۔ انبیاء کرام جو بھی تھوڑا بہت دنیوی مال و اسباب چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے، وراثت نہیں۔

قبولیت دعا:(7)

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی اور ایسے بیٹے کی خوشخبری دی جس کا نام یحییٰ ہوگا اس سے پہلے اس نام کا کوئی اور شخص پیدا نہیں کیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اسباب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سوال کیا کہ میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا؟ کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے سوکھ چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بات سمجھائی کہ ہم بغیر اسباب کے بیٹا عطا فرمادیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی درخواست پر نشانی بتائی کہ تم ٹھیک ٹھاک ہونے کے باوجود تین رات تک لوگوں سے بات نہیں کرسکو گے۔ پھر آگے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے اوصاف کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ دانا، پاکیزہ، نرم دل، متقی اور والدین کے خدمت گزار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ان اوصاف والی اولاد عطا فرمائیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ:(16)

یہاں سے حضرت مریم علیہا السلام کا قصہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ

پیدائش کی تفصیل بیان کر کے عیسائیوں کی تردید کی جارہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام؛ اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں ہیں۔

حضرت مریم علیہا السلام کی عمر تیرہ سال یا پندرہ سال تھی، دونوں قول ملتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام خوبصورت مرد کی شکل میں آئے۔ فرشتہ جب بھی انسان کی شکل میں آتا ہے تو ہمیشہ خوبصورت مرد کی شکل میں آتا ہے۔ حضرت مریم نے ان کو دیکھا تو پردے کا اہتمام کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں جبرائیل امین ہوں، اللہ کی طرف سے بچے کی بشارت لے کر آیا ہوں۔ حضرت مریم کے گریبان میں پھونک ماری اس سے ان کو حمل ٹھہر گیا۔

ولادت کے دن جب قریب آئے تو ان کو بتایا گیا کہ فلاں جگہ پر تشریف لے جائیں، وہ ٹیلے کی طرف گئیں تو وہاں پر بغیر موسم کے اللہ نے کھجور پر پھل لگا دیا اور پانی کا چشمہ بھی جاری فرما دیا۔ بچہ کی ولادت کے بعد آپ وہیں پر کھجور کھاتیں اور چشمہ کا پانی پیتیں۔ چالیس دن تک یا جتنے دن نفاس کے تھے وہیں ٹھہری رہیں۔

اس کے بعد واپس اپنے خاندان میں آئیں تو خاندان والوں نے کہا: یہ بچہ کہاں سے آ گیا ہے؟ تمہارا تو نکاح ہی نہیں ہوا۔ حضرت مریم کو حکم تھا کہ آپ اس بچے کی طرف اشارہ کریں، پھر عیسیٰ علیہ السلام نے صفائی دی کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اللہ رب العزت نبی بنائیں گے، مجھے کتاب دیں گے۔ اس طرح ان لوگوں کا سارا بہتان ختم ہو گیا۔ اس کی مکمل تفسیر کے لیے میری کتاب "**دروس القرآن**" دیکھیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گود میں گفتگو کرنا:(30)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ کتاب عطا فرمائیں گے، مجھے نبی بنائیں گے اور میں جہاں بھی ہوں گا اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے نماز کا، حکم دیا ہے زکوٰۃ کا، میں جب تک زندہ

رہوں مجھے اپنی ماں کا فرمانبر دار بنایا ہے اور مجھے سختی والا نہیں بنایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغ:(41)

یہاں سے لے کر آگے کئی آیات تک مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے فضائل و کمالات اور صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ جن میں سر فہرست امام الموحدین حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت ہی عمدہ اور ہمدردانہ انداز میں دلائل کے ساتھ اپنے والد کو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی۔ والد نے بجائے دعوت کو قبول کرنے کے الٹا دھمکی دی کہ اگر تم اپنی دعوت سے باز نہ آئے تو تم پر پتھر برساؤں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے والد سے کہا میں اپنے پروردگار سے آپ کی بخشش کی دعا کروں گا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم نہیں تھا جب معلوم ہو گیا کہ انہیں ایمان نصیب نہیں ہونا تو آپ نے دعا کرنا چھوڑ دی۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ:(56)

حضرت ادریس علیہ السلام کی بعض خصوصیات ہیں جو مفسرین حضرات نے ذکر کی ہیں۔ ان کے بارے میں ہے کہ آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھنا شروع کیا۔ آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے کپڑا سی کر لباس پہنا۔ آپ سے پہلے لوگ جانوروں کے چمڑے کا لباس پہنتے تھے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلحہ بنایا اور کفار سے جہاد کیا۔ آپ پہلے شخص ہیں جو حساب کتاب میں ماہر تھے۔

نالائق جانشین کی بیماریاں:(59)

انبیاء علیہم السلام تو بڑے تھے ان کی اولاد بھی نیک تھی لیکن ایک وقت آیا کہ ان کے بعد نالائق قسم کے جانشین پیدا ہوئے، انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ نمازیں برباد کیں اور دوسرا کام؛ شہوات اور خواہشات میں مبتلا ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ

جو نالائق قسم کے جانشین ہوتے ہیں ان کی دو بیماریاں ہیں: نماز میں کوتاہی کرتے ہیں اورناجائز خواہشات کو پورا کرتے ہیں۔

پل صراط سے گزرنا:(71)

اللہ کا وعدہ ہے کہ ہر بندے نے جہنم کے اوپر سے گزرنا ہے، میدان محشر اور جنت کے درمیان جہنم ہے، ہاں فرق اتنا ہو گا کہ صلحاء اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے جہنم کے اوپر سے ٹھنڈک محسوس کرتے ہوئے گزریں گے اور جہنم کی گرمی انہیں محسوس تک نہیں ہوگی۔ اور جن گناہگاروں کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا تو وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے جہنم میں گریں گے پھر سزا کے بعد جنت میں بھیج دیے جائیں گے۔ جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں ہو گا وہ دوزخ میں گرنے کے بعد وہیں پڑے رہیں گے۔ شاید نیک لوگوں کو جہنم کے اوپر سے گزارنے میں یہ حکمت ہو کہ دوزخ کی ہولناکی دیکھنے کے بعد جنت کی قدر و قیمت بڑھ جائے۔

اہلِ ایمان کے لیے محبوبیت عامہ:(96)

جو آدمی ایمان لائے، عقیدہ اس کا ٹھیک ہو، اعمال سنت کے مطابق ہوں تو اللہ اس کے لیے محبت کی ہوائیں چلا دیتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب اللہ کسی سے پیار کرتے ہیں تو جبرائیل امین علیہ السلام سے فرماتے ہیں کہ فلاں بندے سے مجھے بہت پیار ہے، جبرائیل فرشتوں سے کہتے ہیں کہ اللہ کو اس بندے سے بہت پیار ہے۔ فرشتے آگے اعلان کرتے ہیں۔ وہ اعلان چلتے چلتے زمین والوں تک آتا ہے۔ پھر اس نیک بندے سے زمین والے نیک لوگ پیار کرتے ہیں۔

سورة طہ

وجہ تسمیہ:

اس سورۃ کے آغاز میں حروف مقطعات میں کا ذکر ہے، اسی مناسبت سے اس کا نام سورۃ "طٰہٰ" رکھا گیا ہے۔

﴿طٰهٰ ۚ﴾

یہ حروف مقطعات ہیں، ان کے معانی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

مشقت کے بعد آسانی:(2)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں جب قرآن مجید کا نزول شروع ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری پوری رات تہجد میں قرآن مجید کی تلاوت اتنی فرماتے کہ بسا اوقات مسلسل قیام کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر ورم آجاتا۔ اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ اتنی زیادہ مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا معمول تبدیل فرمالیا۔ رات کے کچھ حصے میں آرام فرماتے پھر بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کا ملنا:(9)

یہاں سے لے کر آیت نمبر 98 تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی قصہ بیان کیا جارہا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے واپس تشریف لارہے تھے تو راستہ بھول گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دور سے ایک درخت کو جلتا ہوا دیکھا تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ یہاں ٹھہرو، میں وہاں سے آگ لے کر آتا ہوں۔ آپ جب اس درخت کے قریب پہنچے تو عجیب منظر دیکھا کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتا جلتا نہیں ہے بلکہ آگ نے درخت کے حسن اور خوبصورتی کو مزید بڑھا دیا ہے۔

اسی دوران اس درخت سے موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالی کی طرف سے یہ

آواز آئی اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں، اپنے جوتے اتار دو کیونکہ تم اس وقت طُویٰ کی مقدس وادی میں ہو۔ میں نے تمہیں نبوت دینے کے لیے منتخب کر لیا ہے اس لیے جو وحی تم پر بھیجی جا رہی ہے اسے غور سے سنو۔ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس لیے میری عبادت کرو اور مجھے یاد رکھنے کے لیے نماز قائم کرو۔ آگے اللہ تعالیٰ نے جو موسیٰ علیہ السلام سے مکالمہ فرمایا اور معجزہ عطا کیا اس کا ذکر ہے۔ آپ کی دعاؤں اور ان کی قبولیت کا بھی تذکرہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر:(25)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بغرض دعوت جانے کا حکم فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے چار چیزیں مانگیں:

اے اللہ! جو بات میں سمجھانا چاہتا ہوں میرے اوپر کھول دے تاکہ مجھے سمجھانے میں دقت نہ ہو۔ اے اللہ! مجھے اسباب عطا فرما دے۔ اے اللہ! مجھے فصیح زبان عطا فرما دے، زبان کی لکنت ختم ہو جائے تاکہ میں بات کھل کر بتا سکوں۔ یا اللہ! میرے خاندان میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا معاون بنا دے۔ اس کے ذریعے میری کمر مضبوط فرما دے، اس کو میرے کام میں شامل فرما دے۔ یہ ساری دعائیں اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بطورِ احسان اور تسلی؛ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کا واقعہ ذکر فرمایا کہ ہم نے ام موسیٰ کو حکم دیا کہ اسے صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن ساتھ ساتھ چلتی رہیں۔ صندوق فرعون کے محل کے پاس پہنچا۔ پھر دودھ پلانے والے معاملے کی صورت میں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کے پاس پہنچوا دیا۔ اگلی آیات میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے فرعون کے پاس جانے کا ذکر ہے۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا:(55)

یہاں اللہ تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا کہ مٹی سے تم کو پیدا کیا، مٹی میں لوٹائیں گے اور اسی مٹی سے اٹھائیں گے۔ بعض روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو انسان بھی پیدا ہوتا ہے تو رحم مادر میں ایک تو باپ کا نطفہ ہوتا ہے اور دوسرا جس مٹی میں اس انسان نے دفن ہونا ہوتا ہے اس مٹی کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے ماں کے رحم میں ڈال دیتے ہیں۔ تو جس مٹی میں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے وہ مٹی اس میں شامل ہوتی ہے۔ اب اس کی نوعیت کیا ہوتی ہے وہ تو اللہ ہی جانتے ہیں۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت:(99)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ماضی میں جو حالات گزرے ہیں ان میں سے کچھ واقعات ہم تمہیں سناتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود اُمی ہونے کے بذریعہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اتنا تفصیلی قصہ بیان فرمانا دلیل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اور نبی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

عصمتِ آدم علیہ السلام:(121)

گزشتہ آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے بھول کر اس درخت سے کھالیا تھا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے دو لفظ "عَصٰی" اور "فَغَوٰی" فرمائے ہیں جن سے بعض لوگوں کو غلطی لگی انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت کے خلاف بات کہہ دی۔ جبکہ اھل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام چھوٹے اور بڑے گناہوں سے معصوم ہیں، اللہ تعالیٰ ان

کی حفاظت فرماتے ہیں۔

اب مذکورہ دونوں لفظوں کا معنی سمجھیں:

عَصٰی کا ایک معنی ہے وہ کام کرنا جس کا ارادہ نہ ہو۔ آدمی بعض کام بلا ارادہ کرلیتا ہے، کرنا کچھ چاہتا ہے اور ہو کچھ جاتا ہے، اس کو بھی معصیت کہتے ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہے۔ یعنی آدم علیہ السلام نے قصداً درخت سے نہیں کھایا تھا بلکہ بھول گئے تھے۔

فَغَوٰی کا ایک معنی ہے کہ دنیاوی معاملات میں انسان کا مشقت میں پڑ جانا، راحت کا ختم ہو جانا، تکلیف میں آجانا۔ یہاں یہی مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنت میں جو عیش تھی وہ ختم ہو گئی اب مشقت پیدا ہو گئی۔

پانچوں نمازوں کے اوقات کا ثبوت:(130)

اس آیت میں پانچوں نمازوں کا ثبوت ملتا ہے۔ ﴿قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ﴾ سے مراد نماز فجر ہے۔ ﴿وَ قَبۡلَ غُرُوۡبِهَا﴾ سے ظہر اور عصر کی نماز مراد ہے۔ ﴿وَ مِنۡ اٰنَآئِ الَّیۡلِ﴾ اس سے مغرب اور عشاء مراد ہیں۔ ﴿وَ اَطۡرَافَ النَّهَارِ﴾ اس سے فجر اور مغرب کی تاکید مراد ہے۔

دنیا سے بے رغبتی اختیار کریں:(131)

یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے یہ بات ہمیں سمجھائی ہے کہ جو مال ہم نے ان کفار کو دیا ہے آپ کی نگاہ اس پر نہ اٹھے۔ یہ سب دنیا کا مال ہے، آزمائش کے لیے ہے، اللہ کا دیا ہوا رزق بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے، بس آپ خود بھی نماز پڑھیں اور گھر والوں کو بھی نماز کی ترغیب دیں۔